قسط نمبر ۳

فلسطین کی ممتاز شاعرہ: فدوی طوقان

از: حقانی القاسمی، نئی دہلی

قلبی تفور به الحیاة وقد
عمقت ومدت فیه کالامد
فتهز اغواری نوازعه
ضابة، رفافة المدد
*
ویظل منتظرا علی شغف
ویظل مرتقبا علی وقد
احلام محروم تساوره
متوحد فی العیش منفرد
*
ویود لو تمضی الحیاة بی
للعب، مصدر فیمنها الابدی

محبت کی اس راہ میں فدوی مابعد الطبیعاتی صورتحال کی طرف پلٹ جاتی ہیں اور کائنات کے بارے میں سوچتی اور سوالات کرتی ہیں تاکہ اسے جواب مل جائے۔ اور ان پوشیدہ سوالات کے جواب جو کسی گہرے فلسفیانہ مسئلے سے متعلق نہیں ہیں اس وقت دور ہو سکتے ہیں، جب فدوی کو کوئی دوست ہو جائے جو انہیں اپنی دونوں

باہوں میں لے کر سمندر کے پار دور حد نگاہ سے دور لے جائے۔

محبوب مل جانے کے بعد محبت کے دوسرے مرحلے میں "یادوں" کی منزل شروع ہو جاتی ہے۔ اس مرحلے میں وہ اپنی محبت میں پہلی ناکامی کا ذکر چھیڑ کر یہ تمنا کرتی ہیں، کہ اگر ان کا دل آزاد ہو جاتا تو فطرت میں کھو کر دل کو بہلاتیں اور پھر وہ پہلے سے کہیں زیادہ خستہ حال اور غمگین ہو جاتی ہیں [۱۹]۔ انکی عبارتوں میں گہرائی اور حدت پیدا ہوتی ہے اور ان کی تعبیرات پہلے سے زیادہ سچی نظر آنے لگتی ہیں:

لاتعد، فيم عدت لي؟ هل تبقى اليوم شئ من قلبي المحطوم
لم تدمره بالاكاذيب، لم تسحقه بالغدر، بالجمود الاثيم
كان قلبي يطير في ارفع الاجواء مغرى بالحلم المكتوم

سمجھا یہ جاتا ہے کہ فدوی محبوب کے مل جانے کے بعد جب ناکام ہو گئیں تو ان پر ایک طرح کی مایوسی اور خستہ حالی طاری ہو گئی۔ اور ناامیدی گہری ہوتی گئی لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، بلکہ وہ خود سے لڑتی رہیں۔ اور اپنے بے وفا دوست، دل اور ان لمحوں پر لعنت بھیجتی رہیں جب ایک دوسرے سے شناسائی ہوئی تھی۔ لیکن جس وقت اس کی یادوں کو دہراتی ہیں تو خود کو خوش نصیب محسوس کرتی ہیں اور ان گزرے ہوئے لمحوں کو خوشگوار سمجھتی ہیں اور ان مقامات اور راستوں کو تلاش کرتی ہیں۔ جہاں وہ اپنے دوست کے ساتھ گھومتی پھرتی تھیں [۲۰]۔ بالکل روایتی شاعروں کے

---

[۱۹] شاکر النابلسی: فدوی تشتبک مع الشعر ص ۳۸، ۴۱ء۔

[۲۰] شاکر النابلسی: فدوی تشتبک مع الشعر ص ۴۲

انداز میں اور خوبصورت یادوں کے نشے سے شرسار ہو کر کہتی ہیں. کہ اس جدائی میں میرا کوئی قصور نہیں. یہ تو سماج کی پابندیوں اور سختیوں کی وجہ سے ہوئی ہے:

هذا امكانك، ههنا محراب شوقي وحبي
كم جئة والدمع، دمع الشوق مختلج بهدبي
كم جئة والذكريات تفيض من روحي وقلبي.
هذا امكانك هفل روحي فيه احساس كئيب
متحسر.. يعيد الى الماضي، الى الأمس الحبيب
ثم.....!
ذنبي؟ وما ذنبي الا ويلاه من ظلم القيود
ماحيلتي والغل في عنقي على حبل الوريد

فدوی اپنے رومانوی احساسات کے سلسلے میں متضاد رویے کی حامل نظر آتی ہیں. وہ مکمل طور سے عجیب وغریب تصادم اور تخالف (schizophrenia) کی شکار ہیں. کبھی محبوب کے لوٹ کر نہ آنے کے بارے میں سوچتی ہیں. اور کہتی ہیں کہ اب لوٹ کر آنے سے کیا فائدہ. میرے شکستہ دل میں کیا رہ گیا ہے:

لا تعد، فيم تعد لي؟ هل تبغي اليوم شيئ من قلبي المحطم
آه! دعني انشد سكينة روحي فوق مهد الطبيعة المسحور

دوسری طرف وہ چاہتی ہیں کہ وہ لوٹ کر آئے. بہت ہی شوق اور لگن کے ساتھ محبوب کے لوٹ آنے کا انتظار کرتی ہیں. نغمے بکھیرتی ہیں. بانسری بجاتی ہیں اور جدائی کے لمحوں اور وجود پر عتاب کرتی ہیں:

قلبي يلوب في الم، يسائل في شرود:

لم لا یعود؟ فلا یجیب سوی الصدی! "لم لا یعود"

والروح، فی شفق اشعار، وفی کفی عود

وعاتب الأیام.. والزمن المفرق.. والوجود

اور ان شعروں میں آتش شوق کو اور تیز کرتی ہوئی کہتی ہیں:

لم لا تعود؟ انا ھنا وحدی بھیکل ذکریاتی

وحدی، ولکنی أصدی فی دمی، فی عاطفاتی

اصغی لصوتک، للصدی المنغوم فی اغوار ذاتی

واراک من حولی، وفی دملُ آفاق الحیاۃ"

اس سے ان کے متضاد احساسات کا اندازہ ہوتا ہے لیکن بنیادی طور پر نہ تو وہ مردوں سے نفرت کرتی ہیں اور نہ ہی محبت کو ناپسند، بلکہ مردوں سے قریب ہونے کے لئے بھاگتی ہیں، اور محبت کی خاطر ہی نفرت کرتی ہیں۔

فدوی کے دوسرے دیوان "وجدتھا" میں محبت ایک نئی شکل اور نئے مفہوم کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ اس دیوان میں شاعرہ پختہ شعور کی ہوگئی ہے اور اکثر سوچتی رہتی ہے اور اپنے دھڑکتے دل کی دھڑکنوں کو سنتی رہتی ہے۔ اس دیوان میں محبت ایک حتمی اور یقینی قدر کی حیثیت سے ہے جس سے بھاگ کر تنہائی، عزلت تاریکی، عذاب اور نفسیاتی شکست وریخت میں پناہ لینے کی کوئی سبیل نہیں ہے اور محبت کرنے والوں کو اس سے آزادی ممکن نہیں خواہ اسے بھولنے کی کوشش کریں یا بھلا دیں [21]:

---

[21] شاکر النابلسی: فدوی تشتبک مع الشعر، ص ۴۴۔

فکیف الفراق حبیب دانینا
ونحن ندور ونجزی ونهرب
منا الینا
سدی و محال

لا سدی لا الفتاق
لنا لا الفصال
محال حبیبی محال

"وجدتها" میں وہ کھلے طور پر محبت کا اظہار کرتی ہیں۔ اور سماج کی زنجیروں اور معاشرتی روایات توڑ ڈالنے پر ہر طرح سے آمادہ ہیں جبکہ "وحدی مع الایام" میں اپنے جذبات کا دبے دبے انداز سے اظہار کرتی تھیں۔ اور بار بار دائیں بائیں دیکھ کر "احبک" کہتی تھیں، اور پھر یہ سوچ کر کانپ جاتی تھیں کہ دوبارہ یہ لفظ دہرانے پر کوئی سن نہ لے۔ جبکہ "وجدتها" میں محبت کو اپنا حق سمجھتی ہیں، اور زندگی کے لئے انتہائی ضروری قرار دے کر اس کے مقابلے میں دنیا کی ساری چیزوں کو ہیچ گردانتی ہیں۔[۲۲]

"وحدی مع الایام" میں فدوی کلاسیکی اثر پیدا کرنے کے لئے روایتی لوگوں کی تقلید کرتی ہیں۔ اسی لئے اپنی محبت اور یادوں کے سلسلے میں اس بچی کا سا رویہ اختیار کرتی ہیں جو کسی بھی چیز پر بہت جلد روٹھ جاتی ہے۔ جب محبوب چیز سے دوری ہو یا جدا ہو جائے تو اسے کوسنے لگتی ہے۔ اور اس کے

[۲۲] شاکر النابلسی؛ فدوی تشتبک مع الشعر، ص ۴۵۔

ساتھ گزارے ہوئے خوبصورت وخوشگوار لمحوں کے بارے میں سوچے بغیر یہ چاہنے لگتی ہیں، کہ وہ کبھی لوٹ کر نہ آئے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے ہر کام پر خوفزدہ ہیں خواہ گفتگو ہو، یا ملاقات اور خوف زدہ انسان یہ کبھی یاد نہیں رکھ پاتا کہ اس نے کیا کیا، کیا کہا اور یہ کیسے ہوا؟ ... وہ تو دنیا سے غائب ہوتا ہے اس لئے فدوی ملاقات کے لمحوں کے بارے میں سوچنے کی کوشش نہیں کرتیں۔ ... اس کے برعکس "وجد تھا" میں ان خوبصورت لمحوں کو شعوری طور پر یاد کرتی ہیں "ذکریات" ایسا ایک قصیدہ ہے۔ جو گزرے لمحوں کی مکمل تصویر ہے!

وفی غمرۃ الحب (مرت) یدای۔

بدفق الحنان

ودفء الامان ﴿ علی رعشات الجبین الندی

(ووسدت) راسک قلبا قلبی سخی۔

"اعطنا حبا" میں فدوی کی محبت کا تیسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ یہ سابق دو مرحلوں سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ محبت کے وہی مفاہیم ہیں مگر یہ مرحلہ اس اعتبار سے مختلف ہے کہ فدوی محبت میں شک کرنے لگتی ہیں۔ اور اس شک وشبہ کے پیچھے یہ احساس بھی کارفرما ہے کہ گویا وہ خواب دیکھ رہی ہیں۔ اور یہ کہ وہ خوبصورت دن جن میں "وجد تھا" کے قصیدوں نے جنم لیا تھا حقیقی اور واقعی نہیں تھے وہ ایک پل کے مجرد خواب کی مانند تھے، فدوی محبت کو دھوکہ اور فریب کہکر متہم کرتی ہیں۔ دراصل یہ شک اس تلخ تجربے کی دین ہے جس سے وہ "وحدی مع الایام" اور "اعطنا حبا" کے دوران گزری ہیں، اسی لئے کہتی ہیں!

اصحابک یوما؟ وکیف؟ ؛ ام کنت طیفا بحلم عبر
وھب کنت طیفا تعشقتہ ؛ فکیف تلاشی الھوی واندثر

اما من بقایا؟ اما من اثر؟

اس میں شک اور خواب کا احساس اس قدر گہرا ہوا کہ وہ دوبارہ تاریکی تنہائی، عذاب اور الم کی طرف انفعالی کیفیت کے ساتھ لوٹ کر آگئیں۔ ایک قصیدہ "القصیدۃ الاخیرۃ" لکھ کر اس محبت کو الوداع کر دیا۔ جو اسے زندگی نہ بخش سکی ۲۳

(۴)

معاصر عربی شاعری میں مرثیے کو وہ نمایاں حیثیت حاصل نہیں ہے جو سابقہ زمانوں میں تھی، قدیم زمانے میں اکثر معاشی خوش حالی کے حصول کے لئے شاعر مرثیہ کہہ دیا کرتا تھا۔ جو صداقت اور سچے فنی شعور سے عاری ہوا کرتا تھا۔ طٰہٰ حسین کی تعبیر کے مطابق یہ مرثیے "کراس الفراشین" کی طرح ہوتے ہیں جس میں ایک ہی مرثیہ ناموں کی تبدیلی کے ساتھ مختلف لوگوں کے لئے استعمال کرتے ہیں اور اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی ہے۔ عربی ادب میں ایسے بھی مرثیے ہیں جس میں جذباتی تاویل ۲۴ (Pathetic Fallacy) پائی جاتی ہے جیسے مطیع بن ایاس کا یہ شعر:

فسقی لی ابو المقدام فاسود منظری ؛ من الارض واستکمت علی المسامع

"مجھ کو جب ابو المقدام کی موت کی خبر سنائی گئی تو میری آنکھوں میں زمین سیاہ

---

۲۳ شاکر النابلسی: فدوی تشتبک مع الشعر ص ۵۰ ۵۱۔
۲۴ تفصیل کے لئے دیکھئے، سلام سندیلوی: مراثی انیس میں جذباتی تاویل۔

ہو گئی اور میرے کان بہرے ہو گئے"۔

ظاہر ہے کہ زمین سیاہ نہیں ہے مگر شاعر موت سے اس درجہ متاثر ہے کہ اسے سیاہ نظر آرہی ہے۔ اس طرح کے مرثیوں میں جذباتیت تو ہوتی ہے مگر صداقت نہیں۔ اور اس نوع کے قصیدے بہت ہیں۔ اس کے باوجود اس سے انکار ممکن نہیں کہ عربی میں مرثیے کے کچھ عمدہ شعری نمونے موجود ہیں۔ ان میں سب سے اچھے وہ ہیں جو ابن الرومی نے اپنے بچوں، متنبی (م ۳۵۴ھ) نے اپنے جد امجد اور نزار قبانی (۱۹۲۳م) نے اپنی بیوی کی موت پر کہے ہیں۔ ابن الرومی اپنے فنی تجربے میں صادق ہیں اور نزار قبانی نے اپنی بیوی کی موت کو عام کائناتی مسئلے سے جوڑکر مرثیہ کی ایک بہتر روایات کا آغاز کیا ہے انھوں نے اپنی رفیقۂ حیات "بلقیس" کی موت کو دنیا میں عموماً اور عالم عرب میں خصوصاً انسانی اقدار کی موت قرار دیا ہے [25]

مرثیے ہی کے ذریعہ بنی سلیم کی شاعرہ خنساء بنت تماضر (م ۶۴۶ء) اور فلسطینی شاعرہ فدوی طوقان ایک دوسرے کے بہت قریب نظر آتی ہیں۔ دونوں کی صورتِ حال بھی اس معنی میں یکساں ہے کہ خنساء کو اپنے دو بھائیوں (معاویہ وصخر) کی جدائی کا غم تھا، اور فدوی کو بھی اپنے دو بھائی (ابراہیم اور نمر) کے بچھڑ جانے کا رنج ہے۔

خنساء کے بارے میں بیشتر ناقدین فن کا اتفاق ہے کہ صخر کے بارے میں انکا لکھا ہوا مرثیہ عربی شاعرات کے مراثی میں سب سے بہتر ہے۔ جدید تنقید کی روشنی میں اگر اسے دیکھا جائے تو اس میں الفاظ، حزنیہ موسیقی، اور ردھن کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ جہاں تک نفس مضمون کی بات ہے تو وہ صخر کی زندگی کے صفات اور

---

[25] شاکر النابلسی: فدوی تشتبک مع الشعر ص

فضائل کے اردگرد گھومتا ہے مرثیے میں نہ تو نامیاتی ارتقاء ہے اور نہ ہی حرکت وزمانے سے مملو۔ اور اس میں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اس کی ساری توجہات ہیئت پر مرکوز ہیں۔ خنسار نے اس عظیم سانحے کے تئیں اپنے جذبات و تموجات کی تصویر کشی نہیں کی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خنسار نے اپنے بھائی کی موت پر جن جذبات کا اظہار کیا ہے اسے اپنے بھائی کی زندگی میں بھی ظاہر کرسکتی تھیں تو پھر ان کی موت کا خنسار پر کیا ردعمل ہوا؟ یہ ان کے مرثیے سے قطعی طور پر ظاہر نہیں ہوتا!

بنی سلیم کی شاعرہ کا مرثیہ میں جو انداز ہے وہ مضمون کے اعتبار سے نوحہ کرنے والیوں سے ذرا بھی مختلف نہیں ہے۔ اور فدوی جنہیں بہت سے ناقدین بیسویں صدی کی خنسار کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ہیئت اور مضمون دونوں ہی لحاظ سے خنسار سے مغائر انداز رکھتی ہیں، ہیئتی اعتبار سے گو کہ انہوں نے بھی نوحہ کرنے والیوں کا سا انداز اپنایا ہے، مگر موضوعاتی اعتبار سے ان سے مختلف ہیں۔ کیونکہ انہوں نے حزنیاتی جذبات کی انتہائی حساسیت کے ساتھ تصویر کشی کی ہے . . . . اور مرثیہ" حلم الذکری" میں تو اپنے بھائی کی موت کو وطنی مسئلے سے مربوط کر دیا ہے۔ اور اس المیے کو قومی المیے کی طرف منتقل کر دیا ہے۔ اس میں فنی بلندی بھی ہے اور انفرادی انداز بھی ہے لیکن اگر وہ اپنے بھائی کی موت کو انسانی المیے سے مربوط کرتیں تو ان کے اشعار کی قدر و قیمت اور بڑھ جاتی جس طرح کہ اندریہ بریتون (Andre Breton) نے شارل فوربیہ کی موت کو انسانیت اور انسانی اقدار کی موت قرار دیا ہے۔ بلکہ ان کے جذبات اس انجام کی طرف مشیر ہیں جس سے انسانیت ان کی موت کی وجہ سے دوچار ہوگئی ہے [26]۔

---

[26] شاکر النابلسی؛ فدوی تشتبک مع الشعر۔ ص ۵۸-۶۶۔

فدوی نے اس عملی تحریک میں باضابطہ شریک ہو کر "لن أبکی" کے عنوان سے ایک قصیدہ مجلہ (الاتحاد) میں شائع کرایا۔ جو جون کی اسرائیلی جارحیت کے بعد پہلا قصیدہ تھا جس میں وہ منفی مرحلے سے ایجابی اور انفتاحی مرحلے میں آگئیں، یعنی وہ علیحدگی پسندی اور رومانوی روے (Isolationism and romanticism) سے واقعیت (Realism) کے رویہ کی طرف لوٹ گئیں، اسی لئے وہ فدائیانہ عمل پر مکمل ایقان کے ساتھ مقاومتی شعراء کو خطاب کرتے ہوئے کہتی ہیں :

" احبائی ۔ حصان الشعب جاوز کبوۃ الامس

وھب الشھم منتفضا وراء النھر ۔ اصیخوا... ھا حصان الشعب یصھل

واثق النھمۃ ۔ ویفلت من حصار النحس والعتمۃ

ویعدو نحو مرفئۃ علی الشمس ۔ وتلک مواکب الفرسان ملتمۃ

تبارکہ و تفدیہ " [27]

طویل خاموشی کے بعد جو مثبت استقلال اور متحرک ساخت کے نمونے ان کی شاعری میں ملتے ہیں وہ ایسی حقیقی قوم کے وجدان کی نمائندگی کرتے ہیں جو فتح حاصل کرنے اور آزادی کے مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے معمم ارادہ کئے ہوئے ہے۔

جون سے قبل بھی فدوی نے بہت سے قصیدوں میں داخلی پریشان کن حالات کی تصویرکشی کی ہے اور اپنے حق خود ارادیت اور قومی تشخص کی بھی بات کہی ہے

---

[27] ممدوح السکاف : "رحلۃ فی عالم فدوی طوقان" شئون فلسطینیہ (اغسطس ۱۹۷۴ء)

اس مسئلے میں فنی ساخت اور بنت کے لحاظ سے ایک عمدہ قصیدہ "نداء الارض"[28] ہے جس میں ایک پناہ گزین کے اپنے گم شدہ وطن پر تأسف کی عکاسی کی گئی ہے:

تمثل ارضا نمته وغذته ⁂ من صدرها الثر شيخا وطفلا

تمثل وهو يذوب انتقاضا ⁂ ثراها اذا ما الربيع اطلا

وماج بعينيه كنز السنابل ⁂ يحضنه الحقل خيرا مطلا

ولاح له شجر البرتقال ⁂ وهو يرف عبيرا وظلا

وهاجت به فكرة كالعواصف لا تستقر ⁂ تراكيت تلك الطيوق تسائر تلك الصور

الغصب ارضى؟ ايسلب حقى وابقى انا ⁂ حليف التشرد اصحب ذلة عارى هنا

أأبقى هنا لاموت غريبا بارض غريبه ⁂ أأبقى؟ ومن قالها؟ ساعود لارضى الحبيبه

" اسے اس سرزمین کی یاد آرہی ہے جہاں وہ پلا بڑھا تھا، جس نے اسے غذا مہیا کی تھی، اپنے ماتا بھرے سینے سے بچپن سے لے کر ملک چھوڑنے تک وہ مچلتے ہوئے ان مناظر کو یاد کرتا ہے جو موسم بہار کی کھنکھناہٹ پیش کرتے ہیں، اور گیہوں کے ان کھیتوں کو بھی جو ہوا کے چلنے سے لہلہا رہے ہیں خوشی اور غم کے ملے جلے تأثر کے ساتھ یاد کرتا ہے۔ کیونکہ یہ ساری چیزیں اس کے لئے بیش بہا خزانہ تھیں۔ اس نے نارنگی کے ان درختوں کو دیکھا تھا جو چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ جن کی مہک اور سائے میں وہ اپنا وقت گزارا کرتا تھا، تبھی اسکے ذہن میں ایک طوفانی خیال انگڑائی لیتا ہے جسے سوچ کر وہ بجھ سا جاتا ہے کہ کاش میں اپنی زمین دوبارہ دیکھ سکتا جو مجھ سے چھین لی گئی ہے اور جس کے چھن جانے

28. Khalid A. Sulaiman, Palestine and Modern Arab Poetry (London, 1984) pp 124-126.

کے سبب میں در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہوں اور میرے پاس شرم و ندامت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ کیا میں یہیں پر اپنی سرزمین سے کوسوں دور ایک اجنبی مقام پر اجنبی کی طرح موت کی آغوش میں سو جاؤں گا۔ میں باقی رہوں گا؟ کس نے کہا یہ؟ میں اپنی زمین کی طرف ضرور لوٹوں گا۔"

ایسے ہی جذبے کے ساتھ پناہ گزیں بہار کی ایک رات میں اپنا کیمپ چھوڑ دیتا ہے، صاف آسمان میں ستاروں کے ذریعے اپنی زمین کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔ دور ہی سے وہ "یافا" کی روشنیوں کو دیکھتا ہے۔ وہاں کی ہواؤں کی خوشبو محسوس کرتا ہے، سرحد کے قریب پہونچکر وہ رک جاتا ہے۔ وہ یہ جانتا ہے کہ اسے پار کرنا اپنی زندگی کی قیمت چکانا ہے۔ مگر یہ سوچ کر کہ اپنی زمین کی خاک میں مرنا سعادت کی بات ہے، کسی بات کی پروا کئے بغیر سرحد کو پار کرتا ہے، اور اپنے خواب کو حقیقت میں بدلتا محسوس کرتا ہے۔ ذیل کی چند سطریں اس قصیدے کی کلائمکس ہیں جس میں پناہ گزیں کو حد درجہ جذباتی دیکھا یا گیا ہے۔

وأهوى على أرضه في انفعال يشم ثراها　　يعانق أشجارها ويضم لآلئ حصاها

ومرّغ كالطفل في صدرها الرحب خدًا وفم　　وألقى على حضنها كل ثقل سنين الألم

وهزته أنفاسها وهي ترتعش رعشة حب　　وأصغى إلى قلبها وهو يهمس همسة عتب

رجعت لي؟!

رجعت إليك وهذي يدي

سأبقى هنا، سأموت هنا، هيئ مرقدي

وكانت عيون الله واللئيم على خطوتين　　رمته بنظرة حقد ونقمة

کما یرشق المتوحش سہمہ ✻ و مزق جوف السکون المھیب ملء المتین

" اپنی سرزمین کی سرحد پر پہونچتے ہی وہ جذباتی ہو جاتا ہے۔ اس پاس کے درختوں کو والہانہ دیوانہ وار بوسہ لیتا ہے اور وہاں کے چھوٹے چھوٹے اینٹ اور پتھر کے ٹکڑوں کو جو اس کے لئے انتہائی قیمتی ہیں سمیٹنے لگتا ہے اور وہ اپنی مٹی کی خوشبو سے بے چین ہو جاتا ہے اور بالکل اس معصوم بچہ کی طرح جو اپنی ماں کے پاس جاتا ہے تو دل سے خوف نکل جاتا ہے۔ اور وہ اپنی مٹی پر اپنے منہ اور گال کو رگڑتا ہے وہ اپنے دل کی دھڑکن کو سنتا ہے اور اس آواز کو جو اس کی سرزمین کے ذرے ذرے سے نکلتی ہے اور یہ پوچھتی ہے کہ کیا تم دوبارہ لوٹ آئے ہو؟ اور جواب دیتا ہے کہ ہاں! کیونکہ تم میری ماں ہو وہ اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اب میں یہیں رہوں گا اور یہیں مروں گا اور یہیں میری قبر بنے گی، دو قدم آگے لئیم دشمن اپنا منہ کھولے کھڑا ہے۔ ان کی آنکھوں میں نفرت کے تیروں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اور اسی لمحے دو گولیوں کی آواز رات کے سناٹے کو توڑ دیتی ہے شاید اس کے دشمن نے اسے دیکھتے ہی ختم کر دیا۔"

اسی طرح فدوی نے " رقیہ" میں پناہ گزین عورت کی متحرک تصویر پیش کی ہے جو انسانی احساسات (Human sentiments) پر مبنی ہے جس میں نہ تو مذہبی جوش وولولہ (religious enthusian) ہے اور نہ ہی نسلی تعصب و تشدد (Racial Fanatici tism) اس قصیدے کے کچھ نمائندہ شعر پیش ہیں جو پناہ گزین کی حالت زار کی وضاحت کرتے ہیں؛

تعلق شئ کفرخ مھیض ✻ علی صدرھا الواھن المرتعد

وقد وسدت راسہ ساعدا ✻ وسدت بآخر عرض الجسد

(باقی صفحہ ۹ پر)